اِرْشَادُ الْعِبَاد

الی

مَعْرِفَةِ بِدْعَةِ الْمِیْلَادِ

تالیف

ابو الحسنین مُبشر احمد ربّانی عفی اللہ عنہ

ناشر : جمعیت اہل حدیث میاں، تحصیل پھالیہ، ضلع منڈی بہاؤ الدین

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کا سلسلہ اپنے پاس رکھا ہے جسے وہ وحی کی صورت میں اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام پر نازل فرماتا ہے۔ اسے ہی دین کہا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اِس کرۂ ارضی پر مبعوث کیا تو ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ (البقرۃ : ۳۸)

"ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اُس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں۔"

اِسی بات کو سورۃ طٰہٰ میں یوں بیان فرمایا:

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴾ (طٰہٰ : ۱۲۳)

"فرمایا تم دونوں یہاں سے اُتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔"

مذکورہ آیاتِ بینات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو اللہ کی ہدایت اور اس کے دین کی پیروی کرے گا وہی کامیاب و کامران ہے۔ اللہ کی ہدایت اور اس کے دین سے ہٹ کر راستہ اختیار کرنے والے

گمراہ اور بے دین ہیں۔ یہودیت و نصرانیت نے جب اپنے دین کو بدل ڈالا اور اپنے محرف شدہ دین اور راستے کی طرف دعوت دینے اور اُسے ہی کامیابی و کامرانی کی راہ تصور کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس بات کا ذکر کیا کہ اصل دین وہ ہے جس کی دعوت محمد ﷺ دے رہے ہیں کیونکہ یہ دعوت وحی الٰہی پر مبنی ہے اور اصل ہدایت یہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ (البقرۃ : ۱۲۰)

"اور آپ (ﷺ) سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ (ﷺ) اُن کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ (ﷺ) نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے بعد پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ (ﷺ) کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔"

ایک دوسرے مقام پر یہود و نصاریٰ کی کارستانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

(آل عمران ۷۲ : ۷۳)

"اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والوں پر اُتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تاکہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا

یقین نہ کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ بیشک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے گا جیسا تم دیئے گئے ہو یا یہ کہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے اسے دے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے مکر و فریب کا ذکر کیا کہ یہود کے بڑے بڑے علماء جب اپنے شاگردوں کو یہ سکھاتے کہ تم دن چڑھے اسلام کو تسلیم کرو اور پچھلے پہر کفر کرڈالو تاکہ جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں وہ تذبذب کا شکار ہو کر مرتد ہو جائیں اور دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور انھیں ساتھ یہ تاکید کرتے کہ دیکھو صرف ظاہراً مسلمان ہونا حقیقتاً اور واقعتاً مسلمان نہ ہونا بلکہ یہود ہی رہنا اور یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ جیسا دین اور جیسی وحی و شریعت اور علم و فضل تمھیں دیا گیا ہے ویسا کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : ﴿ إِنَّ الْهُدٰی هُدَى اللّٰهِ ﴾ "بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے" یعنی دین صرف وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ انسانوں کا بنایا ہوا اور نیا ایجاد کردہ دین نہیں ہو سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی ہدایت وحی کی صورت میں نازل کرتا رہا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین حق نازل فرما کر اس کی تکمیل کر دی اور اسے ہی دین اسلام قرار دیا اور اس کے علاوہ کسی اور دین کو قبول نہیں کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ (آلِ عمران : ۱۹)

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والا ہے۔"

اس آیت میں بتلا دیا کہ اسلام وہی دین ہے جس کی دعوت و تبلیغ ہر نبی اپنے اپنے دور میں کرتے رہے اور اس کی کامل ترین شکل وہ ہے جسے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جن کی تفصیل قرآنِ کریم اور حدیث رسول ﷺ میں موجود ہے۔ اب اس دین کے سوا کوئی اور دین عند اللہ مقبول نہیں ہوگا۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (آلِ عمران : ۸۵)

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔"

اِسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا :

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدۃ : ۵)

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خبر دے دی ہے کہ دین اسلام کی تکمیل محمد کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہو چکی ہے اور دین وحی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے

محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اور اسے ہی پسند فرمایا۔ اب اس میں کسی قسم کے ردوبدل کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ دین کے کچھ ایسے مسائل باقی ہیں جو پورے نہیں ہوئے تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ العیاذ باللہ محمد ﷺ نے دین میں خیانت کی ہے اور اس کو آگے پورا بیان نہیں کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف ترین کتاب الاعتصام ۱/ ۴۹ میں لکھا ہے کہ:

قال ابنِ الماجشون: سمعت ما لکا یقول: من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمدًا ﷺ خان الرسالة لان اللّٰه یقول ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ فما لم یکن یومئذٍ دینا فلا یکون الیوم دینا۔

ابن ماجشون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے دین میں بدعت نکالی اور اسے حسنہ سمجھا تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((اذا حدثتکم حدیثا فلا تزیدنَّ علیه)) (مسند احمد ۵/ ۱۱ رقم (۱۹۶۱۸)

"جب میں تمہیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔"

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں کسی آدمی کو اضافہ و زیادتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ نبی ﷺ نے جس طرح تعلیم دی اس کو من وعن اسی طرح تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے۔ اس بات کی تائید نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ

اپھر کہہ:

((اللھم اسلمت وجھی الیك وفوضت امری الیك والجات ظھری الیك رغبةً و رھبة الیك لا ملجا ولا منجا منك الا الیك اللھم اٰمنت بکتابك الذی انزلت و نبیك الذی اَرْسَلْتَ))

"اے اللہ میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنایا۔ تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تیرے سوا کوئی پناہ گاہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تُو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے تُو نے بھیجا۔"

آپؐ نے فرمایا اگر تُو اس رات فوت ہوگیا تو تُو فطرتِ اسلام پر ہوگا اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمے بنا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، پس میں نے ان کلمات کو رسول اللہ ﷺ پر دُہرایا۔ جب میں ان کلمات پر پہنچا ((اللھم آمنت بکتابك الذی انزلت)) تو میں نے آگے پڑھا ورسولك تو آپؐ نے فرمایا نہیں! ((و نبیك الذی ارسلت)) کہو۔

صحیح بخاری کتاب الوضو (۲۴۷)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جس طرح آپؐ نے تعلیم دی ہمیں اس میں کمی بیشی کرنے کی اجازت نہیں۔ صحابی کو آپؐ نے دُعا سکھلائی اور جب وہ دُعا صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو سنائی تو ((ونبیك)) کی جگہ ورسولك پڑھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا نہیں ((ونبیك)) ہی کہو۔ حالانکہ آپؐ اللہ کے نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں لیکن آپؐ نے جو دُعا بتلائی تھی صحابی کو اسی طرح یاد کرنے کی تعلیم دی۔ صحابی کو بھی کمی بیشی کی اجازت نہیں تو موجودہ زمانے کے بدعتی مولویوں اور صوفیاء کو کس طرح دینِ اسلام میں بدعات داخل کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

عن نافع ان رجلا عطس عند عبدالله بن عمر رضی الله عنھما فقال

الحمد لِلّٰہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ فقال ابن عمر : وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ ولکن لیس ھکذا علمنا رسول اللہ ﷺ اذا عطس احدنا ان یقول الحمد للہ علی کل حال۔

• مستدرک حاکم کتاب الادب ۴/ ۲۶۶۔ ۲۶۷ رقم (۷۶۹۱)' ترمذی کتاب الادب (۲۷۳۸) اسے امام حاکم اور امام ذہبی ؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے چھینک ماری تو کہا: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول للہ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا۔ جب ہم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد لِلّٰہ علی کل حال کہے۔

اس حدیث کا بھی مقتضیٰ یہ ہے کہ: چھینک کا جواب جیسے رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اسی طرح دیا جائے نہ کہ اپنی طرف سے اضافہ کر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر سلام بھی کہہ دیا جائے۔ صحابی کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر سلام اور اللہ کے لیے حمد بیان کرنی چاہیے لیکن طریقہ رسول اللہ ﷺ کا اختیار کرنا چاہیے' اپنی طرف سے اضافہ کر کے دین میں مسائل داخل نہیں کرنے چاہئیں۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب دین کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کر دی ہے تو آپؐ نے دین کے تمام پہلو واضح کر دیئے ہیں کوئی رخنہ ایسا نہیں چھوڑا جو دین ہو اور آپؐ نے اسے بیان نہ کیا ہو۔ ہمارا یقین کامل ہے کہ آپؐ صاحب وحی' صادق و مصدوق اور اللہ کی بات کے امین ہیں۔ رُشد و ہدایت جو اللہ نے آپؐ پر نازل کی آپؐ نے اسے فریضۂ رسالت سمجھ کر آگے پہنچایا اور ہدایت کے مقابل احداث و بدعات کی مذمت فرمائی۔

موجودہ زمانے میں اہل بدعت نے دین کے نام پر بے شمار بدعات ایجاد کرلی ہیں اور نصوص شریعت کو غلط معانی پہنا کر اپنی ایجاد کردہ باتوں کو پھیلا رہے ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں ان کی بدعات میں سے عید میلاد کی بدعت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی تاریخ کا ذکر کرنے سے پہلے بدعت کا لغوی و شرعی مفہوم اور اس کی تردید میں مروی چند احادیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مقصود سمجھنے میں آسانی ہو۔
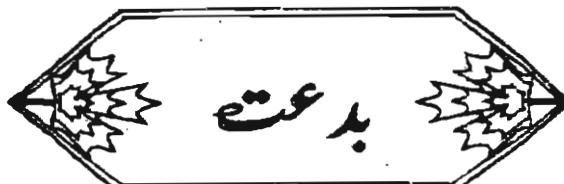
بدعت

بدعت کی لغوی تعریف :

(۱) علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی رقمطراز ہیں :

بدعة بالکسر الحدث فی الدین بعد الاکمال اوما استحدِث بعد النبی ﷺ من الاھواء والاعمال (القاموس المحیط ۳ / ۳)

بدعت با کے کسرہ کے ساتھ : ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد نکالی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات و اعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔

(۲) علامہ محمد بن ابی بکر الرزای فرماتے ہیں :

البدعة : الحدث فی الدین بعد الاکمال مختار الصحاح ص ۴۴

بدعت : تکمیل دین کے بعد کسی چیز کو دین میں نیا ایجاد کرنا ہے۔

(۳) شیخ فخر الدین الطریحی ناقل ہیں :

الحدث فی الدین۔ وما لیس له اصل فی کتاب و سنة وانما سُمیت بدعة لان قائلها ابتدعها هو نفسه مجمع البحرین ۲۹۸/۴ ۔ ۲۹۹

بدعت دین میں کسی نئی چیز کی ایجاد کا نام ہے اور جس کی کتاب و سنت میں اصل نہ ہو اس کو بدعت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے قائل نے اسے بذاتِ خود گھڑا ہے۔

(۴) علامہ تصدیق حسین رضوی نے لکھا ہے کہ :

نئی بات اور نئی رسم دین میں نکالنی جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔
لغات کشوری ص ۶۲۔

(۵) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ھی کل شی عمل علی غیر مثال سابق شرح مسلم للنووی ۱/ ۲۸۵۔
یعنی ہر وہ چیز جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر کی جائے۔

(۶) امام ابو اسحٰق الشاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واصل مادة "بدع" للاختراع علی غیر مثال سابق و منه قول الله تعالی ﴿ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (بقرہ: ۱۱۷) ای مخترعها من غیر مثال سابق متقدم وقوله تعالی ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الاحقاف: ۹) ای ما کنت اول من جاء بالرسالة من الله الی العباد بل تقدمنی کثیر من الرسل۔ و یقال ابتدع فلان بدعة یعنی ابتدا طریقة لم یسبقه الیها سابق۔
الاعتصام الباب الاول ۱/ ۳۶۔

اصل مادہ اس کا "بدع" ہے جس کا مفہوم کسی سابقہ نمونے کے بغیر کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ "یعنی آسمانوں و زمین کو کسی سابقہ نمونے کے بغیر بنانے والا" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ قل ما کنت بدعا من الرسل ﴾ (احقاف: ۹) "یعنی میں اللہ کی طرف سے رسالت لے کر آنے والا پہلا آدمی نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔ اسی طرح جب کہا جاتا ہے ابتدع فلان بدعۃً تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے ایسا طریقہ شروع کیا ہے جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہیں کی۔

ان ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثل یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔

بدعت کے اصطلاحی معنی

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

﴿ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال اور نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے اور یہی لغوی تقاضا ہے اس لیے کہ لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے۔

والبدعة على قسمين : تارة تكون بدعة شرعية كقوله : فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و تارة تكون بدعة لغوية : كقول امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن جمعه اياهم على صلاة التراويح واستمرارهم : نعمت البدعة هذه۔ (تفسیر ابنِ کثیر ۱/۱۶۲)

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت شرعی : جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"
(۲) بدعت لغوی: جیسے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع ہو کر تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ: یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن شہاب المعروف ابنِ رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمراد بالبدعة : ما احدث مما لا اصل له فى الشريعة يدل عليه فاما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعًا وان كان بدعةً لغةً (جامع العلوم والحکم ۲/۱۲۷)

بدعت سے مراد وہ نو ایجاد چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ بہرکیف جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو۔

امام ابواسحٰق شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طريقة فى الدين مخترعة تضاهى الشرعية يقصد بالسلوك عليها

المبالغة فی التعبد لله سبحانه (الاعتصام ۱/۳۷)

دین کے اندر ایسا نو ایجاد طریقہ جو شریعت اسلامیہ کے مشابہ ہو اور اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔

دکتور علی بن محمد ناصر استاد بقسم الدراسات العلیا مدینہ منورہ فرماتے ہیں :

وهذا التعريف يشمل كل ما احدث في الدين مما لا اصل له فی الشريعة يدل عليه (البدعة ضوابطها و اثرها اليسئى فی الامه ص ۱۳)

یہ تعریف ہر اس چیز کو شامل ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی' جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ اسے بدعت (لغوی) کا نام دیا جاتا ہو۔

تقریباً یہی تعریف شیخ سلیم بن عید الہلالی شاگرد محدث العصر علامہ البانی حفظہما اللہ نے اپنی کتاب "البدعة" ص ۶ میں درج کی ہے۔

مولوی عبدالغنی خاں حنفی اپنی کتاب الحنه لاهل السنة ص ۱۷۱ میں البحر الرائق اور دُرِ مختار فقہ حنفی کی کتب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

البدعة ما احدث على خلاف الحق المتلقى من رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة او استحسان وجعل دينا قويما و صراطا مستقيما۔

بدعت وہ چیز ہے جو ایسے حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا گیا ہو۔ علم' عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنیاد پر اسے اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراطِ مستقیم بنا لیا گیا ہو۔

ان ائمہ اور حنفی اکابر کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جسے ثواب و عبادت سمجھ کر دین میں داخل کر لیا گیا ہو وہ بدعت ہے اور

شریعت اسلامیہ کی رُو سے مَردود ہے۔

بدعت اور اہل بدعت کے متعلق ارشاداتِ نبویہ

(۱) اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس فیه فهو رد.))

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مَردود ہے۔"

صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جورٍ فالصلح مَردود (۲۶۹۷)، صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطله و ردِ محدثات الامور (۱۷۱۸)، مسند احمد ۶ / ۷۳، ۲۴۰، ۲۷۰، ابوداؤد باب فی لزوم السنة، کتاب السنة (۴۶۰۶)، اِبنِ ماجه (۱۴)، اِبنِ حبان (۲۶، ۲۷)

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ:

((من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو ردٌّ))

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا اَمر نہیں وہ مَردود ہے۔"

اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں روایت کیا ہے کہ:

من احدث فی دیننا ما لیس منه فهو ردٌّ۔ شرح السنة باب رد البدع والاهواء ۱/۲۱۱ (۱۰۳)

یعنی اس حدیث میں ((اَمْرَنَا)) کی تفسیر ((دیننا)) سے ہے۔ اَمر سے مراد دین ہے۔ جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مَردود ہے۔ اس تفسیر کی رُو سے دُنیاوی ایجادات بدعت شرعی کی تعریف سے خارج ہوگئیں اور اہل بدعت کے شبہات کا ازالہ ہوگیا جو کہتے ہیں کہ گھڑی پہننا، لاؤڈ سپیکر، گاڑیاں وغیرہ بھی تو بدعت

ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بدعت مردودہ وہ ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو اور اسے عبادت سمجھ کو تقربِ الٰہی مراد ہو۔

اور یہی الفاظ امام ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ نے جامع العلوم والحکم حدیث نمبر۱۵/ ۶ے۱کے تحت ذکر کیے ہیں۔

(۲) امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من سرق منار الارض۔ لعن الله من لعن والده۔ لعن الله من آوى محدثا۔

صحيح مسلم كتاب الاضاحى باب تحريم الذبح لغير الله (١٩٧٨)، مسند احمد ١١٨/١، شرح السنة ٢٢٦/١١، سنن نسائى كتاب الضحايا باب من ذبح لغير الله عزوجل (٤٤٢٣) ٢٦٦/٧

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے غیراللہ کے لیے ذبح کیا اور اس کی لعنت برسے ایسے آدمی پر جس نے زمین کی حدود چوری کرلیں اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے اپنے والد کو لعنت کی اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔

(۳) ((عن انس رضي الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المدينة حرم من كذا اِلٰى كذا لا يقطع شجرها ولا يحدث فيها حدثٌ من احدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين.))

صحيح بخارى كتاب فضائل المدينة (١٨٦٧) و كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة (٧٣٠٦)، صحيح مسلم كتاب الحج باب فضل المدينة ٤٤١/١ ط باكستان۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ اِس اِس طرح حرم ہے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں

کوئی بدعت نکالی جائے۔ جس نے اس میں بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور تمام بنی نوعِ انسان کی لعنت ہو۔

(۴) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے متعلق اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ :

((فمن احدث فیها حدثا او آوٰی فیها محدثًا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل.)) الحدیث۔

صحیح بخاری کتاب الجزیة باب ذمة المسلمین و جوارهم واحده (۳۱۷۲)' (۳۱۷۹) و کتاب فضائل المدینه (۱۸۷۰)' و کتاب الفرائض (۶۷۵۵)' و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة (۷۳۰۰)' مسند احمد ۸۱/۱' ۲۶' صحیح مسلم کتاب الحج (۱۳۷۰)' ابوداؤد کتاب المناسك (۲۰۳۴)' ترمذی کتاب الولا (۲۱۲۸)' مسند ابی یعلیٰ (۲۶۳)۲۲۸/۱

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا اس میں کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کی کوئی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی۔

(۵) ((عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال : وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظةً وجلت منها القلوب و ذرفت منها العیون فقلنا یا رسول الله کانها موعظةُ مودعٍ فاوصنا قال : اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبدٌ وانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ وایّاکم و محدثات الامور فان کل بدعة ضلالة.)) ۔

جامع العلوم والحکم ۱۰۹/۲ واللفظ له' ابوداؤد کتاب السنة باب فی

لزوم السنة (۴۶۰۷)' ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع (۲۶۷۶) ۵/۴۳' ابنِ ماجه مقدمه باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (۴۲' ۴۳)' دارمی ۱/۴۴' مسند احمد ۱۲۶/۴' ۱۲۷' کتاب السنة لابن ابی عاصم (۲۷)' شرح السنة (۱۰۲) ۱/۲۰۵' بیهقی ۶/۵۴۱' حلية الاولياء ۵/۲۲۰' ۱۰/۱۱۵' مستدرك حاكم ۱/۹۵-۹۷' صحیح ابنِ حبان (۵)۔

"عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ہمیں ایک دن وعظ و نصیحت کی جس سے دل لرز گئے اور آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ گویا کہ یہ وعظ الوداع کہنے والے کا ہے۔ آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے ڈر اور سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بن جائے اور جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت لازم ہے۔ اسے داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور نئے ایجاد کردہ اُمور سے بچو بے شک ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور بعض طرق میں یوں مروی ہے کہ:

((وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة)) (ابوداؤد)

"نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو بے شک ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۶) ((عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ : ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة.))

رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجال رجال الصحیح غیر ھارون بن موسٰی الفروی و ھو ثقۃ' مجمع الزوائد ۱۰/۱۹۲' طبرانی اوسط ۵/۱۱۳۔

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ کو روک دیا ہے۔"

اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ہارون بن موسیٰ الفروی کے علاوہ اور وہ ثقہ ہیں۔

(۷) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ آپ خطبے میں فرماتے:

((فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد و شر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ)) الحدیث۔

صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ (۴۳)' ابنِ ماجہ مقدمۃ باب اجتناب البدع والجدل (۴۵)

"بے شک سب سے بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت و سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور کاموں میں بُرے ترین کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور سنن نسائی کتاب العیدین باب کیف الخطبۃ (۱۵۷۷) اور صحیح ابنِ خزیمہ کتاب الجمعۃ (۱۷۸۵) میں اس طرح ہے:

((کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار.))

"ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

اِس حدیث مبارکہ میں ((ھُدٰی)) کے مقابل ((احداث)) ہے یعنی بدعت سنت کے مقابل ہے اور ہدایت اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ہے اور احداث و بدعت

لوگوں کی طرف سے ہے اور کامیابی و کامرانی اس راستے میں ہے جو منجانب اللہ ہے اور جو لوگوں کا ایجاد کردہ ہے اس میں ناکامی و نامرادی ہے۔ اللہ کی ھدیٰ کو ترک کر کے اپنی ایجاد کردہ بدعت کے پیچھے لگنے والا بہت بڑا گمراہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (القصص : ۵۰)

"اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ کی جانب سے ھدیٰ کو چھوڑ کر اپنی "ھویٰ" خواہش کی پیروی کی۔"

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (ص : ۲۶)

"اور خواہش کی پیروی نہ کر یہ تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔"

ان ہردو آیات سے ملعوم ہوا کہ ہدایت' دین اور شریعت یہ اللہ کی جانب سے ہے اور ھویٰ یعنی اپنی خواہش و مرضی سے ایجاد کرنے والے اُمور گمراہی کا ذریعہ ہیں اور بدعات بھی ایسے ہی اُمور ہوتے ہیں جنہیں انسان اپنی مرضی سے ایجاد کر کے انہیں دین و شریعت کا نام دیتا ہے اور اس پر ثواب کی اُمید رکھتا ہے اور جس کام کو آدمی ثواب سمجھ کر کرے تو پھر اس کام سے رجوع کی اُمید نہیں کی جا سکتی اسی لیے اسے توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملتی جیسا کہ اوپر طبرانی اوسط کے حوالے سے حدیث گزر چکی ہے۔ اسی لیے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا :

(۸) البدعة احب الی ابلیس من المعصیة المعصیة یُتاب منها والبدعة لا یتاب منها. (شرح السنة ۱/۲۱۶)

"بدعت ابلیس لعین کو معصیت سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لیے کہ معصیت سے تو توبہ کی جاتی ہے جبکہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔"

کیونکہ لوگ بدعت کو حسنہ اور ثواب سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ بدعت خواہ کتنی

ہی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے۔

شیخ سلیم بن عید الہلالی حفظہ اللہ نے امام دارمی کے حوالے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ذکر کر کے سند کی تصحیح کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

(۹) کل بدعة ضلالة وان رآھا الناس حسنة۔

"ہر بدعت گمراہی ہے اور اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں"

(البدعة واثرھا السیئی فی الامة ص ۱۴)

اور اسی معنیٰ کا ایک قوم امام مالک رحمہ اللہ کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۰) عن مجاھد قال: کنت مع ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فثوب رجل فی الظھر او العصر قال: اخرج بنا فان ھذہ بدعة۔

ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب فی التثویب (۵۳۸)، ترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ما جاء فی التثویب فی الفجر (۱۹۸)، سنن کبری للبیھقی ۱/ ۴۲۴، عبدالرزاق (۱۸۳۲) اس روایت کی سند حسن ہے دیکھیے نیل المقصود (۵۳۸)

"مجاھد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو ایک آدمی نے ظہر یا عصر کی نماز میں تثویب کہی (یعنی اذان کے بعد دوبارہ الصلوۃ الصلوۃ کہہ کر نماز کی طرف بلایا) تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں یہاں سے لے چلو یقیناً یہ بدعت ہے۔"

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی طرف بلانے کیلئے اذان تعلیم فرمائی ہے جس میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح جیسے کلمات نماز کی طرف دعوت دیتے ہیں تو اذان کے بعد الصلاۃ کہہ کر نماز کی دعوت دینے کا معنی یہ ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو کافی نہیں سمجھا اور اذان کے علاوہ اپنی طرف سے کلمات کہہ کر نماز کی دعوت دیتا ہے لہٰذا جو طریقہ شارع علیہ السلام نے نہیں بتلایا اپنی طرف

سے ایجاد کر کے اسے دین میں داخل کرنا بدعت ہے۔ اسی لیے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فان ھذہ بدعة یہ بدعت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدعات سے کس قدر نفرت کرتے تھے۔ اس کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ:

(۱۱) ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو حلقہ باندھے نماز کا انتظار کر رہے تھے اور ہر حلقے میں جس قدر افراد ہیں ان کے پاس کنکریاں ہیں اور ایک آدمی انہیں کہتا ہے کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو وہ ان کنکریوں پر سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو وہ سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ پڑھو تو وہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابئ رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ویحکم یا امة محمد ما اسرع هلکتکم ھؤلاء صحابة نبیکم ﷺ متوافرون و ھذہ ثیابه لم تبل و آنیته لم تکسر و الذی نفسی بیدہ انکم لعلی ملة ھی اھدی من ملة محمد؟ او مفتتحوا باب ضلالة۔

”اے اُمت محمد ﷺ! تم پر افسوس کہ کس قدر جلد ہی تم ہلاکت میں پڑ گئے۔ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تم میں وافر موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے یہ کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے یہ برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیا تم ایسی ملت پر ہو جو ملت محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت والی ہے؟ کیا تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔“

تو انھوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم ہم نے تو صرف خیر کا ارادہ کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خیر کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن وہ ہرگز اسے نہیں پا سکتے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈیوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ شاید ان جیسے اکثر لوگ تم میں سے ہی ہیں پھر اُن سے منہ موڑ کر چلے گئے۔ تو عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں میں نے ان حلقے والوں سے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ نہروان کے دن وہ خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑتے تھے۔ سنن دارمی ۱/۶۰-۶۱ رقم (۲۱۰) باب فی کراھیة اخذ الرای

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ دین میں نئے امور کو ایجاد کرنے والوں سے انھیں کس قدر تکلیف پہنچی اور انھیں گمراہی کا دروازہ کھولنے والا قرار دیا ہے۔ انھیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بدعت کی تردید میں ایک اور قول مروی ہے:

(۱۲) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: "اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم"

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِتباع (سنت) اختیار کرو اور بدعت اختیار نہ کرو تم کفایت کیے گئے ہو۔"

مجمع الزوائد ۱/۱۸۱، امام ہیثمی نے فرمایا: رجاله رجال الصحیح اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سنن داری ۱/۶۱۔

ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی طرف سے مسائل بنا کر ان کا دین میں اضافہ کرے اگر کوئی شخص اپنی ایجاد کردہ بدعات کو دین میں داخل کرتا ہے تو اس کی ایجاد کردہ بدعات مَردود ہیں، عنداللہ کبھی بھی منظور نہیں۔

بدعت کی لغوی و شرعی تعریف اور بدعت کے رَد میں مندرجہ بالا چند احادیث کے بعد اب "عید میلاد النبی کی بدعت" کا حال ذکر کرتا ہوں۔

یہ عید جسے موجودہ زمانے کے متبدعین بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں اس کا ثبوت قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے کسی بھی صحیح سند کے

ساتھ نہیں ملتا۔

یہ بدعت سب سے پہلے فاطمی امراء جو رافضی العقیدہ تھے ان کی وضع کردہ ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ ان شاء اللہ

خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ خود رسول اکرم ﷺ جن کے نام کی یہ عید منائی جاتی ہے اُن کے اعلانِ نبوت کے بعد ۲۳ مرتبہ یہ دن آیا لیکن آپؐ نے کبھی بھی اس کو عید قرار دے کر اس کے لیے خصوصی محافل قائم نہیں کیں اور نہ ہی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا امر فرمایا۔ اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو مرتبہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ مرتبہ یہ دن سایہ فگن ہوا۔ دامادِ رسولؐ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۲ مرتبہ اور دامادِ رسولؐ علی رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں ۵ مرتبہ یہ دن آیا اور خلافتِ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ایام میں ۲۰ دفعہ اور آخری صحابی ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی وفات تک کئی بار یہ دن آیا۔ کسی صحابی نے بھی اس کو منانے کا اہتمام نہیں کیا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ، امام دارالہجرۃ، امام مالک، امامِ مدینہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے ایام ہائے زندگی میں کئی بار یہ دن آیا لیکن کسی ایک امام نے بھی اسے عید میلاد قرار دے کر اس کا اہتمام نہیں فرمایا اور کسی ایک امام کی کتاب میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر اس کا دین سے کوئی تعلق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ، آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم ضرور اس کا تذکرہ کرتے۔

جب زمانہ خیر القرون اس بدعت کے ذکر سے خالی ہے تو لامحالہ یہ احداث فی الدین ہے اور مردود ہے۔

عید میلاد کے ایجاد کی تاریخ:

علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقریزی نے اپنی کتاب "المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والاثار" کی جلد نمبر ۱ ص ۴۹۰ میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

"ذکر الایام التی کان الخلفاء الفاطمیون یتخذونها اعیادا و مواسم

تتسع بها احوال الرعیة و تکثر نعمهم۔"

ان ایام کا تذکرہ جن میں فاطمی خلفاء عیدیں اور تہوار مناتے تھے جن کے ذریعے رعایا کے حالات کشادہ ہو جاتے اور ان کی نعمتیں کثیر ہو جاتیں۔

اسی عنوان کے تحت علامہ مقریزی رقمطراز ہیں :

"کان للخلفاء الفاطمیین فی طول السنة اعیاد و مواسم و هی موسم راس السنة و موسم اول العام و یوم عاشوراء و مولد النبی ﷺ و مولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و مولد الحسن و مولد الحسین علیهما السلام و مولد فاطمة الزهراء علیها السلام و مولد الخلیفه الحاضر---

"فاطمی خلفاء سال کے لمبے عرصے میں عیدیں اور تہوار مناتے تھے اور یہ تہوار سال کے شروع میں، عاشورے کے دن، میلاد النبی ﷺ اور میلاد علی رضی اللہ عنہ اور میلاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور موجود خلیفہ کا میلاد ہوتا تھا۔"

علامہ مقریزی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ میلاد کے موجد فاطمی خلیفے تھے اور یہ بات تقریباً ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ فاطمی خلیفے عقیدتاً کٹر رافضی شیعہ تھے اور یہ میلاد ان رافضی شیعوں کی ایجاد ہے اور وہ میلاد رسول ﷺ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کا بھی میلاد مناتے تھے۔

اِسی بات کا ذکر علامہ ابو العباس احمد بن علی القلقشندی نے "صبح الاعشی فی صناعة الانشاء" ۳ / ۴۹۸ ۔ ۴۹۹ میں کرتے ہوئے لکھا ہے :

الجلوس الثالث جلوسه فی مولد النبی ﷺ فی الثانی عشر من شهر ربیع الاول و کان عادتهم فیه ان یعمل فی دار الفطرة عشرون قنطارًا من السکر الفائق حلوی من طرائف الاصناف و تعبا فی ثلاثمائة

صينية نحاس فاذا كان ليلة ذلك المولد تفرق فی ارباب الرسوم كقاضی القضاة و داعی الدعاة و قراء الحضره والخطباء والمتصدرين بالحوامع بالقاهره و مصر و قومة المشاهد وغيرهم۔
"فاطمی خلیفے تیسرا جلوس ۱۲/ ربیع الاول کو میلاد النبی کا نکالتے تھے اور اس جلوس کے بارے میں ان کی عادت تھی کہ دار الفطرة میں ۲۰ قنطار عمدہ شکر کا مختلف اقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور اسے پیتل کے ۳۰۰ برتنوں میں بانٹ کر رکھا جاتا جب میلا کی رات ہوتی تو مختلف اربابِ سوم جیسے قاضی القضاۃ، دُعاۃ، شہر کے قراء و واعظین اور قاہرہ و مصر کی یونیورسٹیوں کے صدور اور مزاروں کے نگران وغیرہ میں بانٹ دیا جاتا۔
علامہ محمد بخیت الحنفی مفتی مصر اپنی کتاب "احسن الکلام فیما یتعلق بالسنة والبدعة من الاحکام" کے ص ۴۴، ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ :

ان اول من احدثها بالقاهره الخلفاء الفاطميون واولهم المعزلدين الله توجه من المغرب الى مصرفى شوال سنة ۳۶۱ھ اجدى و ستين و ثلاثمائة هجرية فوصل الى ثغر اسكندرية فى شعبان سنة اثنتين و ستين و ثلاثمائة و دخل القاهره لسبع خلون من شهر رمضان فى تلك السنة فابتدعواستة موالد المولد النبوى و مولد امير المؤمنين على بن ابى طالب و مولد السيدة فاطمة الزهراء و مولد الحسن و مولد الحسين و مولد الخليفه الحاضر و بقيت هذه الموالد على رسومها الى ان ابطلها الافضل بن امير الحيوش۔ الخ

"سب سے پہلے عید میلاد قاہرہ میں فاطمی خلیفوں نے ایجاد کی اور ان میں سب سے پہلے المعزلدین اللہ ہے جو دیارِ مغرب سے مصر کی طرف شوال ۳۶۱ھ میں متوجہ ہوا اور شعبان ۳۶۲ھ میں اسکندریہ کی سرحد تک پہنچ

گیا اور قاھرہ میں اسی سال ۷ / رمضان المبارک کو داخل ہوا تو ان لوگوں نے ۶ موالید ایجاد کیں۔ ۱۔ میلاد النبی۔ ۲۔ میلادِ علی۔ ۳۔ میلادِ حسن۔ ۴۔ میلادِ حسین۔ (۵)۔ میلادِ فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ ۶۔ موجودہ خلیفہ کا میلاد۔ یہ چھ موالد اپنے رسموں و رواج کے ساتھ جاری رہے حتیٰ کہ افضل ابنِ امیرالجیوش نے آکرانہیں ختم کیا۔

یہی بات شیخ علی محفوظ نے اپنی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" ص ۱۲۶ میں اور سیّد علی فکری نے "المحاضرات الفکریہ" ص ۸۴ میں "البدع فی الموالد" کے عنوان کے تحت اور دکتور علی بن محمد ناصر استاد قسم الدراسات العلیا مدینہ منورہ نے اپنی کتاب "البدعۃ ضوابطھا واثرھا السیئہ فی الامہ" ص ۱۶، ۲۱ میں لکھی ہے۔

یہ تمام تفصیل ملاحظہ ہو۔ شیخ اسمٰعیل بن محمد الانصاری کی کتاب "القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل" ص ۶۴ ۔ ۷۲

ان تاریخی حوالہ جات سے یہ بار روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جن چھ میلادوں کو ایجاد کیا تھا اُن میں سے ایک ایجاد میلاد النبیؐ بھی تھی۔ اس سے پہلے زمانہ خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ یہ شیعہ رافضیوں کی ایجاد ہے جن کی گمراہی میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں نے روافض کی ۵ میلادوں کو ترک کر دیا اور ایک میلاد کو اختیار کر کے اسے محبّت رسولؐ کے نام سے جاری رکھا اور جو بعض کتب تواریخ میں عید میلاد کے موجد مظفر الدین کوکبوری کو بتلایا جاتا ہے تو ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اوّل موجد اس کے رافضی تھے پھر ایک وقت میں خلیفہ الافضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا تھا پھر اربل شہر میں دوبارہ اس کا اجراء مظفر الدین کوکبوری کے ایام میں ہوا۔

اربل میں میلاد کی ابتداء :

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل المعروف بابی شامہ المتوفی ۶۶۵ھ رقمطراز ہیں کہ :

وکان اول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا احد الصالحين المشهورين وبه اقتدى فى ذلك صاحب اربل وغيره۔

(الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۲۱)

"موصل شہر میں سب سے پہلے عمر بن محمد الملا جو مشہور صوفیاء میں سے تھا اس نے اسے ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس کی اس مسئلہ میں اقتداء کی۔

علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ عمر بن محمد نے اسے موصل میں ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے اس مسئلہ میں اس کی پیروی کی ہے۔

صاحب اربل کا تعارف

اس کا نام ابو سعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن بکتکین بن محمد اور لقب الملک المعظم مظفر الدین صاحب اربل ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ : و اول من احدث فعل ذلك صاحب اربل الملك المظفر ابوسعيد كوكبرى۔ (الحاوی للفتاویٰ ۱/۱۸۹)

سب سے پہلے (اربل میں) جس نے میلاد کی بدعت ایجاد کی وہ اربل کا بادشاہ الملک المظفر ابو سعید کوکبری ہے۔

علامہ یاقوت الحموی رحمۃ اللہ علیہ معجم البلدان ۱/ ۱۳۸ میں رقمطراز ہیں :

فانه كثير الظلم' عسوف بالرعية' راغب فى اخذ الاموال من غير وجهها۔ الخ۔

یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم' رعایا پر بہت زیادہ جور و ستم کرنے والا اور لوگوں کے اموال کو بلاوجہ غصب کرنے میں رغبت رکھنے والا تھا اور اس کے ساتھ فقراء پر خرچ کرنے اور غرباء پر بہت زیادہ صدقہ کرنے والا تھا اور کفار کے ہاتھوں قیدیوں کو

چھڑانے پر بہت زیادہ مال لگانے والا تھا اور اس کے بارے میں کسی شاعر کا شعر ہے۔

کساعیة للخیر من کسب فرجها ☆ لكِ الويل! لا تزنی ولا تتصدّقی

اس عورت کی مانند جو اپنی شرمگاہ کی کمائی کے ساتھ خیرات کرنے والی ہے۔
اے عورت تیرے لیے ہلاکت ہو نہ تُو زنا کر اور نہ صدقہ کر۔

علامہ یاقوت حموی کی اس صراحت سے واضح ہوا کہ یہ بادشاہ لوگوں کے اموال غصب کر کے اور رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر فقراء پر خرچ کرتا اور قیدی چھڑاتا اور شاعر کے مذکورہ بالا شعر کا مکمل مصداق تھا۔

اور علامہ ابنِ خلکان نے اپنی معروف ترین کتاب "وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان" (۴/۱۱۷) میں اس کی قائم کردہ محفل میلاد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے تمام حالات کا ذکر کرنا تو مشکل ہے لیکن ہم اس میں سے کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے ملک والے محفل میلاد کے ساتھ اُس کے حسن اعتقاد سے خوب واقف تھے۔ اور اربل کے قریبی شہروں مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ سنجار، نصیبین، ملک عجم اور اطراف سے ہر سال لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ ان میں فقہاء، صوفیاء، واعظین، قراء اور شعراء ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ محرم سے لے کر ربیع الاول کے ابتدائی ایام تک لوگ مسلسل آتے رہتے تھے اور ملک مظفر الدین کو کبوری لکڑی کے قبّے بنواتا تھا۔

ہر قبّے کے چار یا پانچ طبقے ہوتے تھے۔ وہ بیس یا اس سے زیادہ قبّے بنواتا تھا۔ جن میں سے ایک قبہ اس کے لیے ہوتا اور باقی امراء اور دیگر ارکانِ حکومت کے لیے ہوتے تھے اور صفر کی ابتداء میں وہ ان قبوں کو سجا دیتے تھے اور ہر قبّے میں موسیقی اور طبلے، سارنگیاں اور آلاتِ رقص و سرود رکھے جاتے تھے اور ان ایام میں لوگوں کے کاروبارِ زندگی معطل ہو جاتے اور لوگ سیر و تفریح کے لیے وہاں پہنچتے اور یہ قبّے شاہی قلعے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا

کھڑے کر دیئے جاتے اور سلطان روزانہ بعد نمازِ عصر یہاں آتا اور ہر ایک قبے کا مشاہدہ کرتا اور ان کے گانے سنتا اور جو وہ قبوں میں کرتے انہیں ملاحظہ کرتا اور خانقاہ میں رات گزارتا اور محفل سماع منعقد کرتا اور نمازِ صبح کے بعد شکار پر نکل جاتا۔

اور ظہر سے پہلے قلعے کی طرف واپس پلٹ آتا اور میلاد کی رات تک روزانہ اس کا یہی معمول ہوتا تھا اور مجلس میلاد وہ ایک سال ۸/ ربیع الاول کو اور دوسرے سال ۱۲/ ربیع الاول کو منعقد کرتا تھا۔ اس لیے کہ آپؐ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور ولادت کی رات سے دو دن پہلے وہ اُونٹ، گائیں اور بکریوں کی کافی تعداد دیگر طبلے، سارنگیاں اور گانے بجانے کے آلات کے ساتھ میدان کی طرف نکلتا تھا۔ پھر وہ میدان میں انھیں ذبح کرتے اور دیگیں چڑھا دیتے اور رنگا رنگ کے کھانے پکاتے تھے اور میلاد کی رات نمازِ مغرب کے بعد قلعہ میں مجلس میلاد منعقد کرواتا تھا اور پھر قلعہ سے اس شان کے ساتھ اُترتا کہ اس کے آگے بہت سی شمعیں جلائی جاتی تھیں اور ان شمعوں میں سے دو چار بڑی شمعیں جلوس کی خاص کر ہوتی تھیں اور ان میں سے ہر شمع ایک خچر پر رکھی ہوتی تھی اور اس کے پیچھے ٹیک لگانے کے لیے ایک آدمی ہوتا اور وہ شمع خچر کی پشت پر بندھی ہوتی تھی یہاں تک کہ وہ خانقاہ تک پہنچتا۔

سبط ابنِ الجوزی نے مرآۃ الزمان ۸ / ۶۸۱ میں لکھا ہے:

حکی بعض من حضر سماط المظفر فی بعض الموالد انه عد فی ذلك السماط خمسة آلاف راس غنم مشوی و عشرة آلاف دجاجة و مائة فرس و مائة الف زِبْدِيَةٌ و ثلاثين الف صحن حلوی قال و كان يحضر عنده فی المولد اعيان العلماء والصوفيه فيخلع عليهم و يطلق لهم و يعمل للصوفيه سماعا من الظهر الى الفجر و يرقص بنفسه معهم و كان يصرف على المولد كل سنة ثلثمائة الف دينار۔

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ۱ / ۱۸۹ ۔ ۱۹۰ البداية والنهاية ۱۳ / ۱۳۴، سبل

الهدی والرشاد ۱/ ۳۶۲)
ملک مظفر کوکبوری کے منعقد کردہ میلاد کے دستر خوان پر حاضر ہونے والے افراد میں سے ایک نے بیان کیا کہ اس نے دسترخان پر ۵ ہزار بھنی ہوئی بکریاں اور دس ہزار مرغیاں' ۱۰۰ گھوڑے اور ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور ۳۰ ہزار حلوے کی پلیٹیں شمار کیں اور اس کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے تھے اور انھیں خلعت فاخرہ پہناتا اور ان کے لیے خیرات کے دروازے کھول دیتا اور صوفیہ کیلئے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا اور بذاتِ خود ان کے ساتھ مل کر ڈانس کرتا اور ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

مندرجہ بالا توضیحات سے ملک مظفر کوکبوری کی منعقد کردہ محفل میلاد کی ہیئت واضح ہوگئی کہ اربل شہر میں جو اس نے مجلس میلاد منعقد کی اس میں خلافِ شرع اُمور مثلاً گانا بجانا سننا' محفل سماع منعقد کر کے رقص کرتا حالانکہ یہ تمام اُمور رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں' جن کی وضاحت کیلئے میری کتاب "ٹی وی معاشرے کا کینسر" کا مطالعہ کریں۔

اس فضول خرچ ظالم بادشاہ کو اس وقت محفل میلاد کیلئے قرآن و سنت کی نصوص کو مختلف تاویلاتِ باطلہ کے لبادہ اُوڑھا کر مواد فراہم کرنے والا ایک مولوی مل گیا جس نے اس موضوع پر ایک کتاب بنام "التنویر فی مولد البشیر النذیر" مرتب کر کے اس سے ایک ہزار دینار انعام حاصل کیا۔

ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ ۱۳ / ۱۴۴ و فیات الاعیان ۴ / ۱۱۹ - ۳ / ۴۴۹ الحاوی للفتاوی ۱/ ۱۸۹۔

اس کا مکمل نام عمر بن الحسن ابو الخطاب بن دحیہ الاندلسی ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں : متھمٌ فی نقلہ یہ اپنی نقل میں متہم ہے۔ (میزان ۳ /

۱۸۶)

حافظ الضیاء فرماتے ہیں :

لم یصبحبنی حالہ کان کثیر الوقیعۃ فی الائمۃ ثم قال اخبرنی ابراھیم السنھوری ان مشایخ المغرب کتبوا لہ جرحہ و تضعیفہ۔

"مجھے اس کی حالت اچھی نہیں لگی کہ وہ ائمہ محدثین کی شان میں گستاخی کرتا تھا پھر کہا مجھے ابراہیم سنھوری نے خبردی ہے کہ مغرب کے شیوخ نے اس پر جرح اور ضعف کا حکم لکھا ہے۔ (میزان ۳ / ۱۸۶)

امام ابنِ نجار نے فرمایا :

رایت الناس مجتمعین علی کذبہ و ضعفہ و ادعائہ سماع مالم یسمعہ و لقاء من لم یلقہ (لسان المیزان ۴ / ۲۹۵)

میں نے اس کے جھوٹ اور ضعف پر اور ایسی باتوں کے سماع کا دعویٰ کرے جو اس نے نہیں سنیں اور ایسے لوگوں کی ملاقات کا دعویٰ کرتا جن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پر ائمہ محدثین کو مجتمع پایا ہے۔

اسی طرح حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وکان ظاھری المذھب کثیر الوقیعہ فی الائمۃ وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین متھاونًا۔ (لسان المیزان ۴ / ۲۹۶) "یہ ظاہری مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ائمہ محدثین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ خبیث اللسان، احمق اور بہت زیادہ متکبر اور دینی اُمور میں تہی دامن اور سُست تھا۔"

امام سیوطی نے "طبقات الحفاظ" ص ۴۹۸ پر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ : وکان مع معرفتہ و حفظہ مجاز فا فی النقل مع الدعاوی العریضہ و

يستعمل ((حدثنا)) في الاجازة۔

یہ اپنی معرفت اور قوتِ حفظ رکھنے کے ساتھ نقل میں اٹکل پچو سے کام لیتا تھا اور لمبے چوڑے اور بلند بانگ دعوے کرتا تھا اور روایت کی اجازت میں ((حدثنا)) کا لفظ استعمال کرلیتا تھا یعنی تدلیس سے کام لیتا تھا۔

ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم کی توضیح سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد کیلئے کتاب لکھنے والا کوئی ثقہ عالم نہ تھا بلکہ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق خبیث اللسان' متکبر اور گستاخ آدمی تھا۔

چند ایک ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم کے فتاوے

امام ابو عبداللہ محمد بن محمد العبدری المعروف بابن الحاج فرماتے ہیں:

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع و محرمات۔ المدخل / ۲۲۹ جزء ثانی۔

"لوگوں کی نو ایجاد باتوں اور بدعات میں سے جسے وہ سب سے بڑی عبادت اور شعائر اسلامیہ کے اظہار کا اعتقاد کرتے ہیں ایک ماہ ربیع الاول میں مجلس میلاد کا قیام ہے اور یہ بہت سی بدعات اور محرمات کو شامل ہے۔"

اور میلاد کے کچھ مفاسد ذکر کرتے ہوئے ص ۲۳۴ پر رقمطراز ہیں:

وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه و عمل طعامًا فقط و نوى به المولد و دعا اليه الاخوان و سلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط اذان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولٰى۔

"اور یہ مفاسد مجلس میلاد پر اس صورت میں اکٹھے ہوتے ہیں جب اس میں محفل سماع ہو اگر یہ مجلس سماع سے مبرا ہو اور صرف میلاد کی نیت

سے کھانا تیار کیا جائے اور اس کی طرف بھائیوں کو دعوت دی جائے اور ہر قسم کے مفاسد سے مبرا ہو جن کا ذکر پہلے ہو چکا تب بھی یہ صرف میلاد کی نیت کی وجہ سے بدعت ہوگا اور دین میں ایک نئے کام کا اضافہ ہوگا جو کہ سلف صالحین رحمہم اللہ کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا زیادہ بہتر ہے۔

(۲) شیخ تاج الدین عمر بن علی الفاکہانی رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا:

لا اعلم لهذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنة ولا ینقل عمله عن احد من علماء الامة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون بالاثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها البطالون و شهوة نفس اعتنی بها الا کالون۔ (الحاوی للفتاوی ۱/ ۱۹۰، ۱۹۱)

"میں کتاب و سنت میں اس میلاد کا کوئی اصل نہیں جانتا اور علمائے اُمت جو کہ دین میں نمونہ اور متقدمین کے آثار کو تھامنے والے تھے ان میں سے کسی ایک سے بھی اس کا عمل منقول نہیں بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرست، نفسانی خواہشات کے خوگر اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان:

لم یفعله السلف الصالح مع قیام المقتضی له و عدم المانع منه ولو کان هذا خیراً محضًا او راجحًا لکان السلف رضی اللہ عنہم احق به منا فانهم کانوا اشد محبة لرسول الله ﷺ و تعظیمًا له منا و هم علی الخیر احرص وانما کمال محبته و تعظیمه فی متابعته و طاعته و اتباع امره واحیاء سنته باطنًا و ظاهرًا و نشرما بعث به والجهاد علی ذلك بالقلب والید واللسان فان هذه طریقة السابقین الاولین من

المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ۲۹۵ اصحاب الجحیم / ۲۹۵)

"سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے محفل میلاد کا انعقاد' اس کے تقاضے کا قیام اور رکاوٹ و مانع کے نہ ہونے کے باوجود نہیں کیا اور اگر یہ محض خیر و بھلائی یا راجح بات ہوتی تو سلف صالحین رضی اللہ عنہم ہماری نسبت اس کے زیادہ حقدار تھے' وہ ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم میں زیادہ سخت اور نیکی کے کاموں میں زیادہ حریص تھے۔ آپؐ کی محبت اور تعظیم کا کمال آپؐ کی ظاہراً و باطناً اطاعت کرنے' آپؐ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے' آپؐ کی سنت کو زندہ کرنے اور جو احکامات دے کر آپؐ کو بھیجا گیا اُسے پھیلانے اور ان اُمور پر دل' ہاتھ اور زُبان کے ساتھ جہاد کرنے میں ہے اور یہی طریقہ انصار و مہاجرین جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور ان کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا تھا۔

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد کا انعقاد سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اس سے کبھی بھی پیچھے نہ رہتے کیونکہ وہ اطاعت و اتباع اور اُمورِ خیر میں ہم سے زیادہ حریص تھے۔ اصل معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کو ماننے اور زندگی کے ہر مسئلہ میں آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کے ساتھ معلق ہے کیونکہ قرآنِ حکیم نے بے شمار مقامات پر آپؐ کی اطاعت' اتباع اور اُسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن و سنت اور ائمہ محدثین اور اکابرین اُمت کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عید میلاد کا تصور شریعت اسلامیہ میں کہیں بھی موجود نہیں اور زمانہ خیر القرون اس سے بالکل نا آشنا ہے۔ اسے چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جو کہ رافضی العقیدہ تھے وضع کیا تھا پھر اس کے بعد کچھ عرصہ اس میں

معطل رہا' پھر ساتویں صدی کی ابتداء میں اربل کے بادشاہ ملک مظفر کوکبوری نے اس کو دوبارہ بڑی دھوم دھام کے ساتھ شروع کیا جس کی تفصیل اوپر ذکر کر دی گئی ہے لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

مجوزین میلاد کی دلیل کا جائزہ

ا۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ:

قال عروة و ثويبة مولاة لابی لهب و كان ابولهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ فلما مات ابولهب اريهٗ بعض اهله بشرِّ حيبةٍ قال له۔ ماذا لقيتَ؟ قال ابولهب لم الق بعد كم غير انی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة۔ (کتاب النکاح ۵۱۰۱)

"عروۃ نے کہا کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھیں اور ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ پس اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا جب ابولہب مر گیا تو اس کے خاندان میں کسی نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا تُو نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا سوائے اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا پانی اس میں پلا دیا جاتا ہوں (اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کافر رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو مُسلمان کی کیا شان ہے؟

ج: اولاً = یہ عروۃ کی مرسل روایت ہے جیسا کہ سیاق بخاری سے ظاہر ہے اور عروۃ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسے یہ خواب کس نے بیان کیا ہے اور مرسل روایت محدثینؒ کے ہاں ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔

ثانیاً: اگر یہ بالفرض موصولاً ثابت بھی ہو جائے تو قابل حجت نہیں کیونکہ یہ خواب ہے اور خواب بھی عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے

کا ہے اور خواب دین میں حجت شرعی نہیں ہوتے۔

اگر بریلوی حضرات کے نزدیک خواب حجت شرعی ہیں تو پھر میں دو خواب ذکر کرتا ہوں کیا علماءِ بریلی انھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

ا علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابنِ البزاز الکردری الحنفی صاحب فتاویٰ البزازیہ نے اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" ۱/ ۳۳ میں لکھا ہے کہ:

"ان الامام رای فی المنام کانه نبش قبره علیه السلام و یجمع عظامه الی صدره۔ الخ

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو کھودا اور آپ کی ہڈیوں کو سینے تک اکٹھا کر لیا۔"

یہی خواب اسی طرح "مناقب ابی حنیفه" للموفق بن احمد المکی ۱/ ۶۲ میں موجود ہے۔ مندرجہ بالا خواب اگر حجت شرعی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا وجود مبارک بھی قبر میں صحیح سلامت نہیں ہے بلکہ ہڈیاں ہو چکا ہے۔ کیا بریلی اُمت اپنے امام کے اس خواب کو حجت شرعی سمجھ کر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وجود مبارک صحیح سلامت نہیں ہے۔

ب محمد بن حماد فرماتے ہیں:

رایت النبیَ ﷺ فی المنام فقلت یا رسول الله ما تقول فی النظر فی کلام ابی حنیفة واصحابه انظر فیها واعمل علیها؟ قال لا' لا' لا ثلاثَ مراتٍ قلت فما تقول فی النظر فی حدیثك و حدیث اصحابك انظر فیها واعمل علیها؟ قال نعم' نعم' نعم ثلاث مراتٍ ثم قلت یا رسول الله علمنی دعاءً ادعوا به فعلمنی دعاءً وقاله لی ثلاثَ مراتٍ فلما استیقظت نسیته۔ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۲۵)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے کلام میں دیکھنے کے متعلق کیا فرماتے

ہیں' ان کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں' نہیں' نہیں تین مرتبہ کہا پھر میں نے کہا میں آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کی حدیث میں دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں' ہاں' ہاں تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے کوئی دُعا سکھائیں تاکہ میں اس کے ذریعے دُعا کروں۔ آپؐ نے مجھے دُعا سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دُہرایا جب میں بیدار ہوا تو وہ دُعا بھول گیا۔

تو کیا اس خواب کو حجت شرعی مان کر اُمت بریلویہ فقہ حنفی سے تائب ہو کر قرآن و سنت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے لیے تیار ہیں۔

ثالثاً: عروہ کی اس مرسل روایت میں یہ ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے اُس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔

تو یہ بات اہل سیر کی نقل کے خلاف ہے کیونکہ اکثر اہل سیر نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا۔

امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وكانت ثوبية تدخل على رسول الله ﷺ بعد ما تزوج خديجة فيكرمها رسول الله ﷺ وتكرمها خديجة وهي يومئذٍ امةٌ ثم اعتقها ابولهب۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ ۱/۱۰۷ط۔ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

"ثویبہ نبی ﷺ کے پاس اُس وقت بھی آتی تھیں جب آپؐ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی تھی تو رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی تکریم کرتے تھے اور یہ ان دنوں لونڈی تھی پھر اسے ابولہب نے آزاد کر دیا۔"

یہی بات فتح الباری شرح صحیح بخاری' الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴/۲۵۰' طبقات ابنِ سعد ۱/۱۰۸ اور الاستیعاب فی اسماء الاصحاب لابن عبدالبر ا

۱۴۳ میں ملاحظہ کریں۔

رابعاً: اور یہ خواب قرآنِ حکیم کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کو بھی قیامت والے دن اچھے اعمال نفع دیں گے جبکہ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ﴾ (الفرقان: ۲۳)

"اور انھوں نے جو جو اعمال کیے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر انھیں بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کردیں گے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کا عمل نفع نہیں دے گا۔

حنفی حضرات پر حیرت ہے کہ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو ہم اسے رَد کردیں گے جیسا کہ کتب اصولِ فقہ حنفیہ میں کئی مقامات پر یہ بحث موجود ہے لیکن یہاں ایک خواب جو صراحتاً قرآن کے خلاف ہے اسے حجت سمجھتے ہوئے عید میلاد کے جواز کی دلیل بنا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی گمراہی و ضلالت اور رسومات و بدعات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

ابوالحسنین مُبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ
۵/ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ - ۶/۳۰/ ۱۹۹۸ء